کتب خانہ

شراب اور افیون کے نقصانات

مسٹر سی۔ ایف۔ اینڈریوز کے انگریزی مضامین کا ترجمہ

مترجمہ

جناب ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب بسمل

بریلوی

باہتمام نظام الدین حسین پرنٹر

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

لیڈی ڈاکٹر بیگم ڈاکٹر بسمل بریلوی نے بریلی سے شائع کیا۔

معنون

میں اس ناچیز ترجمہ کو دائرہ خدام اصفا روہیلکھنڈ (یوپی) جمعیت

کے جوائنٹ سکریٹری مسٹر زکی الدین صاحب ہمدانی کے نام نامی سے

جو کہ ملک و ملت کی خاطر قید فرنگ کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں

معنون کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقیر ڈاکٹر محمد عبد الغفور آنریری جنرل سکریٹری "دائرہ خدام اصفا" روہیلکھنڈ

۱۰/۳/۶

شراب کے مضر اثرات

رسالہ "انڈین وٹنس لکھنؤ"[ل] کا وہ موزوں بیان میری نظر سے گزرا ہے جس میں لارڈ چیسٹر فیلڈ[ع] کی ۱۷۴۳ء کی دارالامراء کی اس تقریر کا ذکر ہے جو کہ انہوں نے خمار آور چیزوں پر محکمۂ آبکاری اور اس کے لائسنس کی آمدنی کے خلاف کیا ہے وہ تقریر یہ ہے:۔

"حضرات! عیاشی کی ترقی دینے والی چیزوں پر ٹیکس لگایا جائے لیکن بدکاری کے انسداد کی بھی کوشش ہونی چاہیئے۔ خواہ قوانین کے عمل میں لانے میں کتنی ہی دقتیں سدِ راہ ہوں۔ کیا آپ ان لوگوں پر بھی ٹیکس لگائینگے۔ جو کہ حد سے

ل "Indian witness" of Lucknow

ع Lord chester field

قوانین کو توڑ ڈالتے ہیں؟ کیا یہ ایک بیہودہ اور ذلت آفریں ٹیکس نہیں ہے؟ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ٹیکس دینے والوں کو بھی نفس پرستی میں مبتلا کر دیا جائے (یعنی آمدنی کی خاطر شراب خانوں کا لائسنس دیا جائے) مقصد یہ ہو کہ اس بل کو قوانین کی زنجیروں میں جکڑ کر اور عمال حکومت کی حمایت سے کام لیکر عوام کو بے اعتدالی کی جانب رجوع کیا جائے؟ بلاشبہ خداوندان حکومت صرف شراب کے جنت افزاں کے منصوبہ میں اپنے برسر اقتدار افراد سے استمداد کی درخواست کرینگے کیونکہ اس سے کثیر آمدنی کی توقعات ہیں۔

حضرات! میں اس بل کے مقصد پر غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور اس کے اجزا کی غایت یہ ہو کہ بیماریاں پھیلیں۔ صنعت و حرفت کا خاتمہ ہو اور بنی نوع انسان صفحۂ ارض سے معدوم ہو جائے۔ میری رائے میں عوام کی تباہی کے لیے ایک ہلاکت بار آلہ تیار کیا گیا ہو کہ وہ لوگ جو کہ اس سے فنا نہ ہوں تو کم از کم ناکارہ تو ہو ہی جائیں اور ان لوگوں کو ان کے ہوش و حواس سے محروم کر دیا جائے جو کہ اپنے قوائے عقلیہ کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

لارڈ چیسٹرفیلڈ کو اگر عیسائیت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو وہ کوئی متقی شخص نہ تھے۔ اور نہ ان کا اخلاق زیادہ بلند تھا۔ لیکن آمدنی کی خاطر شراب

کے لائسنس کا قانون وضع کرنا اُن کے خیال میں زیادہ مضر تھا۔ اُنھوں نے
واضح طور پر یہ بتلا دیا ہے کہ اس بل کے اجراء سے انگلستان کی کیا حالت ہوگی چونکہ
عمال حکومت آمدنی کے بڑھانے کی تدابیر میں منہمک ہیں۔ وہ شراب کی تجارت
کو ترقی دینے میں کوشش کریں گے۔ اور اس لیے وہ بدکاریوں کے پھیلانے
کا باعث ہوں گے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ایسا انگلستان میں ہو چکا ہے اور ہم اس
سے بھی واقف ہیں کہ انگلستان نے یہ بیماری ہندوستان میں بھی پھیلا دی
اور سلطنت برطانیہ کی بنیاد تجارت شراب اور افیون کی آمدنی پر قائم کی گئی
ہے یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ ہماری مجلس اوضاع قوانین کے ارباب حل و عقد نے
اپنے دلائل میں یہی الفاظ استعمال کیے ہیں کہ بغیر شراب کی آمدنی کے سلطنت کبھی قائم
نہیں رہ سکتی۔

گورنمنٹ ہند کی مجلس اوضاع قوانین میں ایک سوال کا سر ولیم وینسنٹ
نے ہمارے گورنمنٹ سے بھی زیادہ غیر ذمہ دارانہ جواب دیا ہے۔ وہ سوال یہ ہے
کہ اس بیان میں کچھ سچائی بھی ہے کہ ترک شراب کی تبلیغ کرنے والوں پر
گورنمنٹ نے مقدمے چلائے ہیں۔؟ سر ولیم وینسنٹ نے جواب دیا "قطعی نہیں

ط Sir william Vincent.

گورنمنٹ نے ترک شراب کے مبلغین کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ لیکن ہاں اُن لوگوں پر ضرور مقدمہ چلائے گئے ہیں جنھوں نے تشدد سے کام لیا ہے"

یہ جواب کتاب میں لکھی ہوئی کہاوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا گورنمنٹ ہند ہر سال محکمہ آبکاری سے ۱۷ کروڑ روپیہ کا نفع حاصل کرتی ہے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا ہے جس کا مقصود وحید یہ ہے کہ محصول وصول کرے اس محکمہ میں ترقیاں محصول کی وصولیابی پر موقوف ہیں۔ کیا لارڈ چیسٹر فیلڈ کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت نہ ہوگی اور کیا یہ یقینی نہیں ہے کہ خداوندانِ حکومت صرف شراب کی ہمت افزائی کے منصوبہ میں اپنے برسر اقتدار طبقے سے استمداد کی درخواست کریں گے۔ کیونکہ اس سے کثیر آمدنی کی توقعات ہیں۔

جب سرکاری حکام کی یہ حالت ہے کہ وہ شراب کا محصول جمع کرتے پھریں اور اُن کا پیشہ اس قسم کا ہے کہ اُن کی ترقی محصول کی وصولیابی پر موقوف ہے تو یہ غیر مسلمہ امر ہے کہ یہ حکام خود ترک شراب کے مبلغین کو اپنے اس نیک کام سے روکیں گے۔ ایسی حالت میں اس سے زیادہ اور کیا آسان کام ہو سکتا ہے کہ اُن پر تشدد کا الزام لگا کر اس تحریک کو روکا جائے

۱۰۹۹۲

اور یا قانوناً قید خانہ میں بھیجکر خوفزدہ کیا جائے۔

میں نے ہندوستان آنے سے قبل اپنے ایام طفولیت میں مدتوں انگلستان کے جنوبی مشرقی حصہ میں غریبوں میں رہ کر زندگی گزاری ہو۔ ہر اگرچہ جس میں میں رہا کرتا تھا اُن لوگوں کے درمیان ہی تھا۔ اور میں وہاں کے ہر ایک قسم کے واقعہ سے واقف تھا مجھے اس بات کے کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہو کہ جو بھی باجود اس حصہ مصیبت، مفلسی، جرم، بیماری اور شیر خوار بچوں کی اموات کا جنھیں میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتا تھا۔۔۔ بے اعتدالی کا نتیجہ تھیں۔ اس بے اعتدالی کو لائسنس یافتہ ذی اقتدار تجار ترقی دے رہے تھے۔ اور یہ تمام کام برٹش گورنمنٹ کے لائسنس کے حیثیت سے کیا جا رہا تھا جس سے کہ گورنمنٹ کو سالانہ کروڑوں پونڈ کا نفع پہنچتا تھا۔

یہ مناظر جنھیں میں دیکھا کرتا تھا۔ نہیں۔ بلکہ جن میں۔ میں رہا کرتا تھا۔ میرے دماغ پر ہر وقت نقش ہیں اور یہ کبھی محو نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک میں زندہ ہوں۔ اُس کے دہشت ناک واقعات فراموش نہیں کیے جا سکتے جو لوگ باشندگان لندن کے وسیع طبقہ کی تباہ کن حالت شراب نوشی سے واقف

ہیں وہی کچھ رہے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ جب میں مارچ [illegible] میں
بمبئی میں جہاز سے اُترا۔ میں جس جگہ گیا وہاں بے اعتدالی کو رفتہ رفتہ ترقی
کرتے ہوئے پایا۔ جب میں پہلی مرتبہ ہندوستان پہونچا تو میں نے اپنی ایک
کتاب میں یہ جملہ لکھا تھا کہ میری نظر سے کوئی ہندوستانی شرابی نہیں گزرا
افسوس! اب یہ جملہ میں اپنے قلم سے نہیں لکھ سکتا۔ مدراس کے مزدور پیشہ
جماعت میں شراب خوری بہت زیادہ ترقی پر ہے۔ بمبئی میں بھی عام طور پر
لوگ شراب پیتے ہیں۔ کلکتہ میں بھی یہی حالت ہے۔ دیہات میں بھی میں نے
یہی دردناک مناظر دیکھے۔ دیہاتی ہندوستانی شراب میں مست ہیں
میں نے ہندوستانی خواتین کو بھی شراب میں مدہوش دیکھا ہے۔ بنگال کے
اُن اضلاع میں جہاں میں رہتا ہوں تمام دیہاتی تباہی میں مبتلا ہیں۔ اور
اس کے خاص اسباب ہیں۔ پہلا سبب مفلسی بخار ہے۔ اور دوسرا سبب بادہ
نوشی کی عادت جو کہ رفتہ رفتہ فریب کاری کے ساتھ پھیل رہی ہے۔

ہمارے ہم خیال حضرات گاؤں والوں کو مے نوشی سے باز رکھنے
کے لیے شبانہ روز جد وجہد کر رہے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں نے شراب کے استعمال کو
ترک بھی کر دیا ہے۔ دوکانوں کے لائسنس یافتہ میرے پاس بھی آئے اور کہتے

دریافت کرتے تھے کہ آیا وہ لائسنسوں کو پھینک دیں کیونکہ وہ اب شراب کی تجارت کرنا نہیں چاہتے۔

اب سوال یہ ہو کہ آیا لائسنس دینے والے حکام ان کے لائسنس کو خارج کرنے کو تیار ہیں یا نہیں اور ہمیں یہ دیکھنا ہو کہ مسٹر ویم وسنیٹ کا یہ ارشاد کہ گورنمنٹ ترک شراب کے مبلغین کی مخالف نہیں ہو۔ کہاں تک صحیح ہو۔ کیا گورنمنٹ ان تائب بادہ فروشوں کی مخالفت کریگی۔

رسالہ ورلڈ[1] اور نیو ڈسپینسیشن کے اس اقتباس کا بیان بلا اضافہ زیادہ موزوں ہو:-

ہندوؤں کی کثیر تعداد بادہ نوشی کی فطرتاً مخالف ہو۔ اور ایک سچے مسلمان کے لیے شراب خواری مذہباً حرام ہو۔ کیا ہندو اور مسلمان متفقہ طور پر گورنمنٹ پر

---

[1] "The world and new Dispensation"

[2] جناب رینڈرویز صاحب نے سیاسی نقطۂ نظر سے شراب کے نقصانات پر بحث کی ہو۔ لیکن میں بیان پر اتنا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے شراب قطعاً حرام ہو۔ قرآن پاک میں سورۃ المائدہ میں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہو: (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

محکمہ آبکاری کے قطعی بند کرنے کے لیے زور نہ دیں گے۔ اب جبکہ تمام ملک متحد ہو کر حصول انجام کے لیے کوشش کر رہا ہے۔ ہمیں اپنی کوششیں متحد کرنی چاہئیں اور یہ سب کام کرنے والوں کی منتخب جماعتوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ دیکھو! خالق ارض کا جلوہ ملک کو روشن بنا رہا ہے۔ اور دیکھو خدا کا دست غیب گرے ہوؤں کی یاوری کر رہا ہے۔

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ ترجمہ۔ مسلمانو۔ شراب جوا۔ بت۔ پانسے۔ یہ شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

حضور نبی اقدس صلعم نے فرمایا ہے کہ سب نشہ دینے والی چیزیں حرام ہیں۔ اگر کسی نے شراب پی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ آخرت کی شراب سے محروم رہیگا۔

طبی نقطہ نگاہ سے شراب کے نقصانات کثرت ہیں۔ شراب پینے والوں کے جگر خراب ہو جاتے ہیں۔ الکحل تمام اعصاب کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔ دل و دماغ کی قوتیں بتدریج زائل ہونے لگتی ہیں۔ اور اکثر بادہ خوار مفلوج ہو جاتے ہیں

باشندگانِ ہند کی سوراج کی جانب موجودہ وسیع تحریک میں تزکیہ نفس کے مسئلہ نے اہمیت حاصل کرلی ہے۔ جس طرف دیکھو عالی جذبات کا ایک تموج ہے۔ ہندوستان کی خواتین اپنی وسیع اخلاقی دولت کا اس میں اضافہ کر رہی ہیں۔ علاوہ اور [توں کے اُن کی مدد سے اس تحریک میں نکھار کی اور تابناک خوبصورتی پیدا ہوگی اور اگر ہمیں کچھ بھی اعتماد ہے تو ہم بہت جلد مدتوں کی خرابیوں کو دور ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے۔ میں نے مضمون سابق میں ایک مضمون بادہ نوشی کی فساد انگیز خرابیوں پر لکھا تھا۔ اس کے ماسوا اور خرابی افیون کی ہے جو کہ ہندوستان کی روح کے لیے اور نشوں سے زیادہ مہلک ہے۔ کیونکہ اس کے اثرات ہمسایہ اور اتحادی ملک چین پر پڑتے ہیں۔ اس لیے یہ کام بادہ نوشی سے بھی زیادہ خلاف منشا اور اثم و غرض نما ہو۔

جب ہندوستان آزاد ہو جائے تو اُسے موجودہ بیرونی حکومت سے زیادہ ہر ایک شعبہ میں انصاف سے کام لینا چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام اصلاحوں کی آزمائش کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ جب تک تمہاری صداقت منافقوں اور مدعیوں سے نہ بڑھ جائے۔ تب تک تم فردوس میں قدم نہ رکھو گے۔

ہم نے اپنے پچھلے مضمون میں یہ بتلایا ہے کہ نشہ آور اشیاء کے استعمال

کے بارہ میں موجودہ گورنمنٹ کی مالی حکمت عملی سے ہمیں کہیں زیادہ صداقت شعار بننے کی ضرورت ہو۔ جب ہمیں سوراج مل جائے تو ہمیں شراب کی تجارت سے ۱۳ کروڑ روپیہ کی آمدنی کا کبھی خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ ہندوستان میں تمام روپیہ ایک امانت وصول کیا ہوا صرف کرنا چاہیئے۔

اب ہمیں افیون کی تجارت پر بحث کرنا ہو۔ کیونکہ اس سے ہندوستانی خزانہ کو سالانہ لاتعداد نفع ہوتا ہو۔ یہ تو تبلانا محال ہو کہ ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں کس قدر افیون فروخت کی گئی۔ ہندوستان میں افیون کی تجارت نشی اشیاء کے زیر عنوان دکھائی جاتی ہو۔ لیکن ہندوستان کو بیرونی ممالک کی تجارت سے سنہ ۱۹۱۴-۱۵ء میں پندرہ لاکھ بہتر ہزار دو سو اٹھارہ پونڈ کی آمدنی ہوئی سنہ ۱۹۱۵-۱۶ء میں انیس لاکھ تیرہ ہزار پانسو چودہ پونڈ کی سنہ ۱۹۱۶-۱۷ء میں ۲۱ لاکھ ساٹھ ہزار پانچ پونڈ کی۔ لیکن مجھے تازہ ترین اعداد نہ مل سکے۔

مندرجہ ذیل اقتباس ایک تازہ مطبوعہ کتاب سے لیا گیا ہو جس سے بیرونی ممالک میں افیون کی تجارت کا حال معلوم ہوتا ہو:-

"ہندوستانی گورنمنٹ کا چین میں افیون کی بیہودہ تجارت کے

ٹھیکہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ روپیہ حاصل کیا جائے۔ یہ ہر ایک پر روشن ہے کہ چنڈو کا استعمال چینیوں کے واسطے پیغام اجل ہے۔ افیون کے مضرات نے آہستہ آہستہ جسم اور دماغ دونوں کو تباہ کر دیا۔ اُن تمام اضلاع کے نوجوان جو کہ چنڈو کے عادی تھے۔ بتدریج بے اعتدالی سے ناکارہ ہو کر مایوسی اور موت کا شکار ہو گئے۔ اس سے انگریزی سوداگروں، انگریز سرمایہ داروں یا انگریز سیاست دانوں کا کچھ بھی ہرج نہ ہوا۔ تھوڑے سے سرمایہ سے کثیر منافع حاصل کر سکتے تھے۔ افیون کے ٹھیکے سے ہندوستانی خزانہ کو کافی مدد پہونچ سکتی تھی۔ اس لیے افیون کی تجارت ایک معقول تجارت تھی۔ ایک انگریز کو ان تمام باتوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے ہمیں جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ غیر ممالک کے لوگ اس کے ملک کی فریب کاریوں پر نفرین و ملامت کرتے ہیں اور انگریز اپنے اعلیٰ اخلاق کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی تو نوع انسان کی بہبودی کی خاطر اپنے نفع کی ہوس میں دوسروں کا مخل ہونا پسند نہیں کرتے۔ لیکن مقام مسرت ہے کہ افیون کی یہ تباہ کن تجارت اب کم ہوتی جاتی ہے"

اس بارہ میں مصنف کی معلومات غلطی پر مبنی ہیں۔ یہ ان لوگوں کے بیانات ہیں جو کہ افیون کی آمدنی کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ اکثر اخبارات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ افیون کی تجارت بالکل ختم ہو گئی ہے بدقسمتی سے صحیح نہیں ہے۔ اخبارات کے اس بیان کو ہمیں بہت ہی سادہ طریقہ میں جانچنا چاہیے۔ ایک امریکن خاتون مس لاموٹ نے جن کی آمدنی کے ذرائع وسیع ہیں اس بارہ میں کافی تحقیقات کی ہیں وہ لکھتی ہیں:۔

۱۹۲۹ء میں جاپان جاتے ہوئے۔ جہاز پر ہمیں ایک نوجوان ہندوستانی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہ نوجوان برٹش گورنمنٹ کی افیون کے سرکاری محکمہ جات قائم کرنے کی حکمت عملی پر سخت برہم تھا۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت کی تمام باتوں میں سے اس بات نے اسے بہت متاثر کر دیا تھا اور اس کی انتہائی آرزو یہ تھی کہ ہندوستان کو آزاد حکومت مل جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو ان عیوب سے بچا سکے اس کا بیان تھا کہ بغیر خودمختار حکومت کے ہندوستان اس تجارت کو نہیں روک سکتا ہے۔ وہ ہندوستانی قوم کے

آہستہ آہستہ مگر مستقل اخلاقی زوال پر متناسب تھا جیسے جیسے ہی
کہ وہ واقعات اور امثال سے اپنے مطلب کو واضح کرتا جاتا
تھا۔ اسی قدر اس سے ہماری دلچسپی بڑھتی جاتی تھی۔ اس کی
باتیں ناقابل اعتبار معلوم ہوتی تھیں۔ اس ہندوستانی نوجوان
کی تقریر سے ہم اس قدر متأثر ہوئے تھے کہ ہم نے اس پر یقین
کرنے سے قطعی انکار کر دیا تھا۔ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کے
الفاظ پر اعتبار نہ کریں۔ بلکہ اس معاملہ کی تحقیقات ہم خود
کریں۔

ہم نے خود تحقیقات شروع کی۔ مشرق میں کئی ایک سال کے
قیام کے دوران میں ہم جس ملک میں جاتے تھے اُسے بہ نظر
امعان دیکھتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہوتا تھا گورنمنٹ رپورٹ
حاصل کر کے پڑھتے اور اچھی طرح سے معلوم کرنے کی کوشش کرتے
تھے۔ انہی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ افیون کی تجارت کا ایک
مکمل ٹھیکہ کی حالت میں قائم ہے۔ افیون پر ٹیکس لگا کر اور افیون
فروخت کرنے والوں سے لائسنس کا فیس وصول کر کے منافع

حاصل کیا جاتا ہو اور اس کا ایک باقاعدہ انتظام ہو جس کے
ذریعہ سے بیرونی گورنمنٹ عادی بنانے والی چیزوں کے فروخت
ہونے کو ہر ایک طریقہ سے روکنے کی کوشش کرتی ہو۔ لیکن
یہاں مشرق میں بالکل اس کے متضاد ہو۔ یہاں کی گورنمنٹ
ایسی چیزوں کے فروخت کرنے کے لیے ہمت افزائی کرتی ہو۔
مشرق میں صرف دو ممالک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حکومت
جاپان اپنی رعایا کی مغربی ممالک کی طرح حفاظت کرتی ہو۔ اور
دوسرا ملک اجزائر فلپائن ہیں۔

(ب)

سلطنت برطانیہ میں حقیقتاً جو کچھ وقوع پذیر ہو۔ اس کی مثال کے طور پر مسٹر
ڈسوٹ یوں تشریح فرماتے ہیں کہ انہیں ملین ڈالر کی آمدنی جو کہ ہندوستانی ادر
کوافیون کی ساخت اور بیع آمد سے حاصل ہوتی ہو۔ اس میں نو ملین ڈالر یعنی قریب
قریب نصف آمدنی آبنائے کے انتظامات پر صرف کر دی جاتی ہو۔

ہونگ کانگ مقبوضات برطانیہ کا ایک بہت دولتمند اور تجارتی بندرگاہ
ہو۔ اس کی ایک تہائی آمدنی چھبالے ٹھیکہ کے طور پر ہندوستانی گورنمنٹ کی
افیون کی ساخت اور برآمد سے حاصل ہوتی ہو۔

مس اموٹ کی کتاب میں مزید واقعات بلا کسی شک وشبہ کے اس طرح ظاہر کیے گئے ہیں۔ بظاہر سازی کے یہ بتلایا جاتا ہے کہ چین میں ہندوستانی افیون کی تجارت بند کر دی گئی ہے۔ لیکن پھر چین میں افیون کی تجارت کو ترقی دینے کے لیے مخفی ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں۔ یہ نئے اختراع کیے ہوئے حکمت عملی کے ذرائع ہیں۔ جن سے کثیر نفع ہوتا ہے۔ قابل نفرت اور تباہ کن بات یہ ہے کہ ہندوستانی گورنمنٹ ابتدائے جنگ اور دوران جنگ میں چین کو افیون کے زہر سے ہلاک کرنے والے نئے طریقہ میں خاص طور پر شریک ہے۔

میرے پاس پیکین کی بین الاقوامی انجمن مخالفِ تجارت افیون کے سکریٹری کا ایک خط ہے۔ جس میں وہ اپنی پوری معلومات کی بنا پر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ وسیع پیمانہ پر ہندوستانی گورنمنٹ کی تجارت افیون چین میں افیون کی تجارت روکنے میں سب سے بڑی سدراہ ہے۔

چند نمایاں مثالیں لے لیجیے۔ ہونگ کانگ جس کی آبادی ۵ لاکھ ہے وہاں پندرہ کروڑ آدمیوں کی بھی ضروریات کے لیے سالانہ افیون بھیجی جاتی ہے اب سوال یہ ہے کہ اتنی افیون کا کیا جاتا ہے؟ خفیہ طور پر یہ افیون چین میں بھیجی جاتی ہے میکاؤ جس کی آبادی اسی ہزار ہے۔ یہاں افیون ہونگ کانگ سے بھی زیادہ مقدار

میں بھی جاتی ہو۔ یہ بھی انہی خفیہ مقاصد میں صرف کی جاتی ہو۔ حال ہی میں
ملک ہندوستان کی برطانوی گورنمنٹ نے ہانگ کانگ کی برطانوی گورنمنٹ
سے افیون کی کثیر مقدار میں مہیا کرنے کا پانچ سال کے لیے ٹھیکہ لیا ہو۔ جس کی تصدیق
دارالامرا میں بھی ہو چکی ہو۔ ہونگ کانگ کی گورنمنٹ بھی اس مخفی تجارت
افیون سے انکار نہیں کر سکتی۔ بلکہ افیون کے لیے ٹھیکہ کو تسلیم کرتی ہو جس کے ذریعہ
اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ افیون لائی جاتی ہو۔ یہ ایسا کیوں ہو؟ اس لیے
کہ اُس کی آمدنی کا انحصار افیون کے ٹھیکہ پر ہو۔ اور یہ بھی اُس کی آمدنی کا مضبوط
ستون ہو۔ ہونگ کانگ کے دولتمند برطانوی سوداگر چاہیں تو ایک دن میں اس
تجارت کو روک سکتے ہیں۔ لیکن وہ خود معمولی ٹیکس دینے اور افیون کی تجارت
سے کثیر نفع حاصل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بہ نسبت اس کے وہ خود اُس جزیرہ
کی مالی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ جزیرہ سنگاپور کا حال اس سے بدتر ہو۔
شنگھائی کے انگریزی سوداگروں کی بھی سنگاپور کی طرح شرمناک حالت ہو۔
رہا سنگاپور کے متعلق۔ میں یہاں پر مس لاموٹ کے مخصوص الفاظ
ہی نقل کیے دیتا ہوں:-

"ہمیں معلوم ہوا ہو کہ افیون کی تجارت سنگاپور میں گورنمنٹ کی مدد سے

آزادی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ سنگاپور ایک بڑا شہر ہے۔ جس کی آبادی تقریباً تین لاکھ ہے اور جہاں زیادہ تر چینی قوم کے لوگ آباد ہیں۔ اس شہر کی گلیاں خوبصورت ہیں۔ گھاٹ اور بندرگاہ بھی شاندار ہیں۔ ممالک شرقیہ کے کنارے پر ایک شاندار مغربی شہر معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے یہ معلوم کیا کہ اس شہر کی زیادہ تر آمدنی افیون کی فروخت۔ افیون کی دوکانوں کے لائسنس اور چنڈو خانوں کی فیس سے وصول ہوتی ہے۔ خریدار زیادہ تر چینی لوگ ہیں۔

میں نے سرکاری افیون کی دوکانوں اور چنڈو خانوں کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ میرے ایک مہربان نے اپنے دو نوکر میری رہنمائی کے لیے میرے ساتھ کر دیے۔ ہم تینوں گاڑی میں سوار ہو کر چین کے بڑے بازار میں گئے جو کہ افیون کی تجارت کا مرکز ہے۔ حالانکہ صبح کا وقت تھا۔ لیکن پھر بھی تجارت خوب ہو رہی تھی۔ ہر شخص اس بازار میں داخل ہوتے وقت افیون خریدتا تھا۔ اس افیون کے پیکٹ پر سرخ کاغذ لگا رہتا تھا۔ جس پر یہ الفاظ "شیطان کی افیون" لکھے ہوئے تھے

ایک چنڈو خانہ میں ہم نے ایک بڈھا دیکھا جو کہ بہ لحاظ عمر بڈھا نہ تھا لیکن افیون نے اس کے بالوں کو سفید اور جسم کو نحیف بنا دیا تھا۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا اپنی چنڈو پینے کی نالی کو نیچے رکھ دیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا کہ وہ چنڈو نہانے سے کیوں رک گیا تو اُس نے جواب دیا کہ آپ کو دیکھ کر اُسے شرم معلوم ہوئی تو میں نے کہا جب برٹش گورنمنٹ کو افیون فروخت کرنے سے شرم نہیں آتی تو پھر وہ کیوں جھجکتا ہے

میرے ساتھی نے کہا کہ آپ اُس کی طرف دیکھئے۔ ابھی اُس کی اس قدر خراب حالت نہیں ہوئی ہے جتنی کہ اوروں کی۔ وہ بھی اب اپنی شرمناک تباہی کو محسوس کرتا ہے ان میں سے بہت سے تو اتنا بھی حس نہیں رکھتے۔

اس کے بعد ہم دوسری گلی میں چلے گئے۔ یہ بھی افیون کا ایک بڑا بازار ہے یہاں سینکڑوں ٹوٹے پھوٹے چنڈو خانے ہیں جو کہ اپنی معصیت کاری اور بے حیائی سے طاقتور برٹش سلطنت کو محصول ادا کرتے ہیں۔

اُسی شام کو میں ہوٹل کے صحن میں بیٹھی ہوئی "اسٹریٹ ٹائمز"[1] کا مطالعہ کر رہی تھی کہ یکایک رپوٹر کے برقی پیغام نے میری توجہ منعطف کر لی۔ جس کا عنوان یہ تھا۔

"چینی لورپول[2] میں" اور جس کا مضمون یہ تھا۔ لندن ۱۱ر جنوری [illegible]

[2] Liverpool

[1] Strait Times

"لیورپول[ل] میں چنڈو استعمال کرنے کے جرم میں پولیس نے اکتیس چینیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔"

چونکہ میں ابھی شنگھائی کے چنڈو خانوں سے واپس آئی تھی۔ اس لیے اس خبر نے میرے ہوش و حواس کے شیرازے کو منتشر کر دیا۔ اور حقیقت میں یہ خبر چین والوں کے واسطے حیرت کا باعث ہوئی ہوگی۔ ایک چینی کو۔ جو کہ برٹش گورنمنٹ کے اس حصۂ سلطنت سے جہاں چنڈو کے استعمال کی آزادی کے ساتھ ترغیب دی جاتی ہے۔ جزائر برطانیہ میں داخل ہو جہاں ایسی باتوں کی قطعی ممانعت ہے۔

یہ سوال اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے کہ سفید اقوام کی ہوشیاری کے ساتھ حفاظت کی جاتی ہے۔ لیکن محکوم قوموں کو بڑی طرح سے ترغیب دی جاتی ہے۔ فوراً اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ چونکہ دنیا کو سفید اقوام کی ضرورت ہے۔ اس لیے ان کا تباہی سے تحفظ ضروری امر ہے۔ اور محکوم قوموں کا تحفظ غیر ضروری تھا ہے۔"

"میں یہاں پر مس لاموٹ کی کتاب سے کچھ عبارت نقل کرتا ہوں جو کہ ہم

ل Liverpool

لوگوں کے لیے ہندوستان میں دلچسپی سے پڑھنے کے قابل ہے۔ ماریشس ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس میں تمام آبادی ہندوستانیوں کی ہے۔ یہ ہندوستانی وہاں بطور قلیوں کے کام کرتے ہیں۔ اور ہم سب بخوبی واقف ہیں کہ وہاں قانون نے اُن کے اخلاق پر مہلک اثر ڈالا ہے۔ ماریشس میں ہندوستانیوں کی تباہی کا سبب یہی قانون ہے جس میں معاہدہ مزدوری کا عہدنامہ لکھوا لیا جاتا ہے لیکن ہم مس لاموٹ کی کتاب سے چند اور واقعات کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

ماریشس کی آبادی تقریباً تین لاکھ ستتر ہزار ہے۔ جس میں دو لاکھ ۵۰ ہزار ہندوستانی ہیں۔ بقیہ تین ہزار چینی۔ ہندوستان سے جس قدر افیون اس جزیرہ میں لائی گئی ہے اُس کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:-

۱۹۱۲-۱۳ء میں	دس صندوق
۱۹۱۳-۱۴ء میں	اُنتیس صندوق
۱۹۱۴-۱۵ء میں	تئیس صندوق
۱۹۱۵-۱۶ء میں	پینتیس صندوق
۱۹۱۶-۱۷ء میں	اکتیس صندوق

ہندوستانی مزدور پیشہ جماعت کو ارزاں مزدوری پر بطور قلی کے
تباہ کن قانون کی زنجیروں میں جکڑ کر اس جزیرہ میں بھیجا اور پھر اس پر ہر سال
زیادہ مقدار میں افیون کا زہر اُن کے واسطے مہیا کرنا۔ یہ سب کام آمدنی بڑھانے
کے واسطے کیے جاتے ہیں اور یہ آمدنی ہندوستان کی فوجی قوت کے بڑھانے
میں صرف کی جاتی ہے۔

مس لاموٹ کی کتاب سے ہندوستان کے متعلق یہ اعداد پیش کیے جاتے ہیں:
دس برس کے عرصہ میں ۱۹۱۶ء تک ہندوستان میں افیون کا خرچ
چالیس فیصدی کی شرح سے بڑھ گیا ہے اور علاوہ افیون کے ہندوستان میں ادویات
کے حصول سے جو آمدنی اس دس برس کے عرصہ میں ہوئی ہے وہ [illegible] فیصدی بڑھ گئی ہے
مس لاموٹ اس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے تحریر فرماتی ہیں:۔
"جو قوم تیس کروڑ بے دست وپا ہندوستانیوں کو اپنا غلام بنا کر صرف
آمدنی کی خاطر انھیں شرابی اور افیونی بنا دے وہ قوم ایسا سفاکانہ اور ظالمانہ کام
کر رہی ہے جس کی نظیر دوران جنگ میں بھی ملنی محال ہے۔"